تھے۔ تو راستے میں ایک جگہ انہیں گوالوں کی ایک ٹولی ملی جو ہانڈی میں کھیر پکا رہی تھی۔ گوشالا بولا دیکھتے ہو بھگون! اگر اسے کھیر پکا رہے ہیں ذرا ٹھیر جائیے تو ہم بھی یہاں سے بھوجن کر کے ہی چلیں گے۔ بھگوان بولے گوشالک لالچ مت کر یہ کھیر تو پکے گی ہی نہیں بیچ میں ہی ہانڈی پھٹ کر گر جائیگی۔ گوشالک نے گوالوں سے کہا۔ سُنتے ہو مہاراج کیا کہتے ہیں یہ کھیر کی ہانڈی ٹوٹ جائیگی۔ گوشالک کے ایسے کہنے پر گوالوں نے زیادہ احتیاط برتی اور بانس کی کھپچیوں سے ہانڈی کو اچھی طرح سے کس کر باندھ دیا۔ اور چاروں طرف سے گھیر کر بیٹھ گئے۔ تاکہ اچھی طرح سے دھیان رکھ کر اسے ٹوٹنے سے بچائیں۔ اور کھیر تیار ہونے پر سب مل کر کھائیں۔

بھگوان تو آگے نکل گئے۔ لیکن گوشالک کھیر کھانے کیلئے وہیں ٹھیر گیا۔ کھیر پک رہی تھی۔ ہانڈی دودھ سے بھری ہوئی تھی۔ اور چاول اس میں زیادہ ڈالے گئے تھے۔ اس لئے جب وہ چاول پک کر پھول گئے تو ہانڈی پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی۔ اور کھیر سب گر گئی۔ ساتھ ہی گوشالک کی امید پر بھی پانی پھر گیا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر گوشالک بولا ہونہار کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔

اس کے بعد بھگوان اور گوشالک برہمن گاؤں میں گئے۔ اس گاؤں کی دو آبادیاں تھیں ایک کو نند پاٹک کہتے تھے اور دوسری کو اُپ نند پاٹک ان آبادیوں کا نام ان کے مالکوں کی وجہ سے پڑا تھا۔ جو کہ دونوں بھائی تھے۔ ایک کا نام نند تھا۔ اور دوسرے کا اُپ نند۔ نند مقابلتاً غریب تھا۔ اور اُپ نند مالدار۔ اور اس کے رہائشی مکانات بھی بڑے عالیشان تھے بھگوان مہاویر تو بھکشا غریب بھائی نند کے گھر گئے۔ وہاں نند نے ان کو بھوجن بڑے آدر اور ستکار کے ساتھ دیا۔ گوشالک اس خیال سے کہ اُپ نند ایک امیر آدمی ہے وہاں سے زیادہ اچھا کھانا ملیگا۔ اس کے گھر گیا بھگوان

نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ کیونکہ اُن کی نگاہ میں تو امیر و غریب کی کوئی تمیز ہی نہ تھی۔ وہ سب کو ایک آنکھ سے دیکھتے تھے۔ برعکس اس کے گوشالا بچار سکی خواہشات ابھی اسی طرح سے موجود تھیں۔ وہ ان کو قابو میں نہ کر سکا تھا۔ ابتدا ہی سے جب وہ بھگوان کی شرن میں آنے لگا تھا۔ تو اسی وقت بھی اس کے دل میں بھاو دھتوان بننے کا ہی تھا۔ اس لئے یہ قدرتی بات تھی کہ گوشالک کے دل سے مختلف درجہ کے انسانوں کی تمیز ابھی گئی نہ تھی۔ چنانچہ وہ اُپ نند کے گھر گیا۔ تو اُپ نند نے اسے آتے دیکھ کر اپنی داسی کو حکم دیا۔ کہ اس سادھو کو باسی بھات دے آؤ۔ لیکن گوشالک نے لینے سے انکار کر دیا۔ اور ساتھ ہی اُپ نند کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اس پہ اُپ نند کو غصہ چڑھ گیا۔ اور اس نے باندی کو کہا کہ اگر لیتا ہے تو لے ورنہ یہ بھات اس کے اوپر ہی ڈال دے۔ داسی نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل میں وہ بھات گوشالک کے اوپر پھینک دیا۔ گوشالک کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ لیکن سادھو کے لئے تو غصہ کرنا ہی واجب نہ تھا۔ بہر حال اُپ نند کے متعلق اُسے اتنا کرودھ آیا۔ کہ وہ حد سے زیادہ جوش میں آکر کہنے لگا۔ کہ اگر میں اس سچے سادھو مہاویر کا چیلہ ہوں تو اُپ نند کا گھر ابھی جل جائے۔ جین گرنتھ کار لکھتا ہے کہ جونہی اس نے یہ الفاظ کہے سچ مچ اس گھر کو آگ لگ گئی۔ اور وہ جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔

جین شاستر نے لکھا ہے کہ دیوتاؤں نے بھگوان مہاویر کے نام کی عظمت کو برقرار رکھنے کیلئے گوشالک کے شراپ کو کنپولی چڑھائے۔ لیکن گوشالک کیلئے یہ مناسب نہ تھا کہ اپنے گورو کے نام کی طاقت کسی کے نقصان کے لئے استعمال کرتا۔ یہی طاقت اگر استعمال کرنی ہو تو کسی کی بھلائی کے لئے کرنی چاہئیے۔ بلاشبہ وہ ابھی سچے سادھو پن سے بہت دور تھا۔ ورنہ ایسے جوش میں نہ آتا۔ اور یہ اوپا دھیا نہ کرتا۔

بھگوان کا تیسرا چوماسہ

برہمن گاؤں سے بھگوان مہاویر اور گوشالک وہار کر کے چمپا پوری میں پہنچ گئے۔ اس وقت موسم برسات کا آغاز تھا۔ چمپا پوری کے لوگوں نے بھگوان سے درخواست کی کہ چوماسہ اُن کے پاس گذارا جائے۔ بھگوان مہاویر نے قبول کر لیا۔ یہ تیسرا چوماسہ تھا۔ بھگوان نے اس جگہ دو مہینے کے ماس کشپن کی کڑی تپسیائیں کیں۔ اور نرالے آسنوں سے دھیان کیا۔ جب اُنہوں نے سخت تپسیا شروع کی تو لوگ جوق در جوق درشنوں کو آنے لگے۔ وہ دیکھ کر بڑے خوش بھی ہوئے اور حیران بھی۔ لیکن بعض کے تو ایسی کٹھن تپسیا کو دیکھ کر آنسو نکل آئے۔ جب اُنہوں نے اپنی عیش و نشاط کی زندگی کا اس سے مقابلہ کیا۔ تو اپنے آپ کو دھتکارنے لگے۔ بھگوان نے پہلے کشپن کا پارن چمپا نگری میں ہی کیا اور دوسرا اس سے باہر۔ چوماسہ کے اختتام پر بھگوان مہاویر وہاں سے وہار کر گئے۔ اور کالائے گرام میں گئے۔

دکشا کا چوتھا سال

کالائے میں پہنچکر بھگوان نے ایک کھنڈر میں بسیرا کیا۔ اور رات بھر وہیں دھیان میں رہے۔ وہاں سے پتر کالائے وہار کر گئے۔ اور وہاں بھی ایک کھنڈر میں ہی ٹھیرے اور رات بھر دھیان ادھیان میں رہے۔ ان دونو مقامات پر گوشالک کو اپنے اوچھے پن کی وجہ سے مار بھی کھانی پڑی۔ پتر کالائے سے بھگوان نے کمار گاؤں کو وہار کیا۔ وہاں گاؤں کے نزدیک ہی ایک باغ تھا جسے چمپک کہتے تھے۔ بھگوان مہاویر نے یہ باغ اپنے دھیان کے لئے منتخب کیا۔ گوشالا بھی ساتھ ہی تھا۔ بھکشا کا وقت ہو جانے پر گوشالک نے کہا چلو بھگون بھکشا کے لئے چلیں۔ بھگوان نے کہا ہمارا تو آج اپواس یعنی برت

ہے۔ چنانچہ گوشالا اکیلا چلا گیا۔ اس گاؤں میں ایک دولتمند کمہار کپین نامی رہتا تھا۔ عام طور پر دولت مند لوگ کئی قسم کی برائیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ دھنوان ہونے پر چند ہی اپنے آپ کو سنبھال کر اعلیٰ چال چلن کے ہوتے ہیں۔ دراصل دھن ہونے کا لطف تو تب ہی ہے جب اُسے بھلے کاموں میں صرف کیا جاوے۔ یتیم خانے۔ ودھوا آشرم ودیالے اور اوشدھیالے وغیرہ کھولے جائیں جس سے دیش اور جاتی کا بھلا ہو یا نہ کما سکنے والے لولے لنگڑے اور غریبوں کو بھوجن دیا جائے۔ یا جہاں قحط یا کوئی وبا پڑی ہو۔ وہاں کے دکھی لوگوں کی امداد کی جائے یا اور طرح سے کسی اچھے کارِ خیر میں لگایا جائے۔ اس لئے دولتمند لوگوں کو واجب ہے کہ اگر وہ ٹھیک طور پہ اپنا نام دنیا میں چھوڑنا چاہتے ہیں۔ تو انہیں اپنی دولت نیک کاموں میں صرف کرنی چاہیئے۔

یہ کپین کمہار بڑا شرابی تھا۔ شراب کی لت اس کو اتنی زیادہ لگی ہوئی تھی۔ کہ اس میں اس کی دولت ایسے جا رہی تھی۔ جیسے ایک چھوٹے ہوئے گھڑے سے پانی نکل جاتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنی دولت کا یہ حال دیکھ رہا تھا لیکن وہ اپنی بد عادت سے پرہیز نہ کر سکتا تھا۔ اس نے ایک دھرم شالہ بھی بنوائی ہوئی تھی اور ان دنوں میں اس دھرم شالہ میں ایک سادھو چندر آچاریہ نامی رہتا تھا۔ یہ سادھو بھگوان پارس ناتھ کے چیلوں کے سلسلہ میں سے تھا۔ اور اچھا سمجھدار اور باخبر تھا۔ اس نے اپنے ایک شاگرد وردھن منی کو سنگھ کا آچاریہ بنا دیا۔ اور خود وہ ایک سخت برت کر رہا تھا جسے جن کلپ کہا جاتا ہے۔ وہ اپنے کرموں کا خاتمہ کرنے کے لئے روز دھیان کرتا تھا۔ ایکدن چندر آچاریہ بھکشا کیلئے گاؤں جا رہا تھا۔ راستہ میں اس کی گوشالا سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ گوشالا نے اس سے پوچھا۔ آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا۔ ہم بھگوان پارس ناتھ شرمن تیرتھنکر کی گدی سے ہیں۔ گوشالا

ہنس کر کہنے لگا۔ واہ رے تپر گزنیتھ! کیوں تم خواہ مخواہ ڈینگ مارتے ہو بھکیوں نہیں کہتے روٹی کا بہانہ بنایا ہوا ہے۔ رنگے ہوئے کپڑوں سے تو سادھو نہیں بنتے۔ اگر سادھو بننا ہے تو ہمارے گورو مہاراج کی طرح تپسیا اور دھیان کرو۔ جیندر آچاریہ کو گوشالا کا کہنا بُرا معلوم ہُوا۔ اور آپس میں تو تُو میں میں تک نوبت پہنچ گئی۔ اور حسبِ معمول گوشالک طیش میں آکر کہنے لگا اُرے بناوٹی سادھو۔ سنو۔ اس بدسلوکی کا پھل تم کو بھگتنا ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ تمہارا استھان ابھی بھسم ہو جائیگا" آچاریہ نے آگے سے کہا "اے گوشالک! معلوم ہوتا ہے کہ تم سادھوپن سے بہت دُور ہو۔ سادھو تو وہ ہے جو کرودھ۔ لوبھ، موہ وغیرہ سے پاک ہے۔ اگر تم سادھو ہوتے تو اتنا کرودھ نہ کرتے۔ یاد رکھو کہ اس تمہارے شراپ کا مجھ پر یا میرے آشرم پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ تم نے روپ تو سادھوؤں کا بنایا ہے۔ لیکن تم سمجھتے نہیں ہو کہ تم کرموں کا نیا بیج بو رہے ہو۔ تم کیوں فضول طور پر اپنے من اور اپنی زبان کو خراب کر رہے ہو؟"

گوشالا کو اس بات کی بڑی ندامت محسوس ہوئی کہ اس کا شراپ فضول گیا۔ اس لئے وہ چپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔ اور بھگوان مہاویر کے پاس آیا۔ اور بھگوان سے سارا قصہ کہہ سُنایا۔ اس وقت گوشالک کو آگیا نش دانی ہوئی۔ "اے گوشالک! تُم نے ابھی تک تیاگ سہن شیلتا اور نکوکاری کے وصف حاصل نہیں کئے۔ سادھو ہو کر بھی تم اپنی زبان پر قابو نہیں پا سکے۔ یہ تو سادھوپن پر کلنک ہے۔ بھلا تمہارا شراپ ایک سادھو پر کیسے اثر کر سکتا تھا۔ خاصکر جبکہ وہ پارشو ناتھ کے چیلوں کے سلسلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اِنسان کو رحمدل ہونا چاہیئے۔ اُس کا فرض ہے کہ سخاوت، مہمان نوازی اور شیریں کلامی سے ہر ایک کو خوش کرنے کی کوشش کرے۔ بلکہ دشمن کو بھی خوش کرنے کی کوشش کرے۔ یہ قوت گویائی دُوسروں کے من کو

دکھانے کے لئے نہیں ملی۔ نہ ہی عقل اور دماغ دوسروں کا برا سوچنے کے لئے ملا ہے۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہارے تمام فعل قانون قدرت کے خلاف ہیں۔ قدرت کے کاموں کی طرف دیکھو اور ان پر غور کرو۔ انسان کو ایک زبان اور دو کان ملے ہیں۔ اسلئے اسے واجب ہے کہ بولے کم اور سنے زیادہ۔ اس لئے اے گوشالک! تمہیں اپنی زبان پر قابو پانے کی کوشش کرنی چاہئے۔" اس کے بعد بھگوان مہاویر کمار گاؤں سے چل کر چوراک کی طرف تشریف لے گئے۔

چوتھے سال کا چوماسہ

جب بھگوان گوشالک کی ہمراہی میں چوراک پہنچے تو وہاں خفیہ پولیس کے لوگ کچھ چوروں کی کھوج میں پھر رہے تھے۔ جب انہوں نے ان دونوں کو دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ یہ بھیس بدل کر سادھو کے روپ میں چوری ہیں۔ پولیس نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اور اپنے افسر کے سامنے پیش کیا۔ افسر نے بھی انہیں چور ہی خیال کیا۔ اور حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پیر باندھ کر کوئیں میں پھینک دو۔ ماتحت لوگوں نے اس حکم کی تعمیل میں ان دونوں کو باندھ کر جنگل میں لے جا کر ایک کوئیں میں پھینک دیا۔ بھگوان مہاویر تو اس تمام بدسلوکی ہونے پر شانت رہے لیکن گوشالا نے اس سزا کو ناقابل برداشت سمجھا۔ اس نے رونا شروع کیا۔ اور اپنی قسمت کو کوسنے لگا۔ بھگوان مہاویر پہلے کی طرح ہشاش بشاش رہے۔ کیونکہ مہاپرش دنیاوی خوشیوں اور تکالیف میں یکساں رہتے ہیں۔ انہوں نے گوشالک کو کہا "اے گوشالک! ان تکالیف کو دکھ نہ سمجھو۔ یہ تو قدرت کا عطیہ ہیں۔ جیسے بجلی کالے بادلوں کے بغیر نہیں چمک سکتی۔ اسی طرح مصیبتوں میں پڑنے کے بغیر انسان کے گنوں میں چمک نہیں آسکتی۔ دکھ تو ہمارے منتر ہیں جیسے سونا آگ میں پڑ کر کندن ہوتا ہے

جیسے مہندی پسنے پر ہی رنگ لاتی ہے۔ جیسے پھول ابالے جانے پر ہی عطر بنتا ہے جیسے عقیق سو بار گھسنے سے ہی نگینہ بنتا ہے۔ اسی طرح انسان دکھوں میں پڑ کر ہی ابھرتا ہے۔ اس کی آتما میں بھی چمک آتی ہے۔"

اس کے تھوڑی دیر بعد وہاں سوما اور جینتی دو پری براجکائیں جو کہ بھگوان پارشو ناتھ کے شاسن سے تعلق رکھتی تھیں آپہنچیں۔ لوگوں سے اس واقعہ کا حال سُنکر وہ فوراً اپنے ساتھیوں کے کنوئیں پر گئیں اور دیر تک اس کے اندر جھانکتی رہیں۔ آخر کار انہوں نے دو سادھوؤں کو دیکھ پایا۔ ایک تو بالکل بشاش اور شانت تھا۔ اور اسے اس دکھ کی ذرا بھی پروا نہ تھی انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ اپنے ساتھ والے سادھو کو تسلی دے رہا ہے۔ چونکہ نیچے گرنے سے کاری چوٹیں آئی تھیں۔ اس لئے جب اُن کے درد سے دوسرا سادھو کراہتا تھا تو وہ شانت سادھو اس کو حوصلہ دیتا تھا۔ اور دُکھ کی حقیقت سمجھاتا تھا۔ جو اُپدیش وہ شانت سادھو اپنے ہمراہی کو دے رہا تھا۔ اس کا ایک ایک لفظ گویا امرت سے بھرا ہوا تھا چونکہ اُن پری براجکاؤں نے جین شاستروں کا سوادھیائے کیا ہوا تھا۔ مہاتماؤں کی سنگت سے لابھ اٹھایا تھا۔ ان سادھوؤں کی حالت اور اس شانت، بشاش اور پُرجلال سادھو کی شیریں کلامی وغیرہ ان تمام باتوں سے انہوں نے نتیجہ نکالا کہ یہ کوئی مہاپرش ہے۔ انہوں نے آپس میں کہا کیا یہ آخری تیرتھنکر تو نہیں ہیں؟ ہمیں تو قریب قریب ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس مہاتما کے چہرے کی بشاشت اور سنجیدگی۔ اس کے شریر کا تیج اس کا جلال۔ اس کی نربھیتا نیز اپنے کرموں کا بھگتان کرنے کی اُمنگ ثابت کرتی ہے بلکہ یہ باتیں پکار پکار کر کہتی ہیں کہ یہ مہان آتما سوائے آخری تیرتھنکر کے اور کوئی نہیں ہے۔"

جب انہوں نے یہ نظارہ دیکھا اور انہیں یقین ہو گیا کہ جس انسان کو مصیبت کا شکار بنایا گیا ہے وہ بھگوان مہاویر ہی ہیں۔ تو وہ سادھو دیا

بھاگی بھاگی حاکم کے پاس پہنچیں اور کہنے لگیں بھائی جی! آپ کے ماتحت ملازمین نے بھگوان مہاویر آخری تیرتھنکر کو کنوئیں میں پھینکنے میں سخت غلطی کھائی ہے۔ یہ تو راجہ سدھارتھ کا پیارا بیٹا ہے اور دوسرا آدمی بھی ایک سادھو ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ انہیں فوراً باہر نکلوائیے۔ ورنہ تمہاری آئیندہ زندگی دکھوں سے لبریز ہو جائے گی۔

اس افسر نے جب یہ باتیں سنیں تو وہ خوف سے کانپنے لگا۔ اس نے اپنے سپاہیوں کی اس جاہلانہ کارروائی پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور بغیر سوچے سمجھے سپاہیوں کی بات پر اعتبار کر لینے کی وجہ سے اپنے آپ کو بھی بہت لعنت ملامت کی۔ وہ فوراً کنوئیں کی طرف روانہ ہوا۔ اور بھگوان کو اس حالت میں دیکھ کر اُسے بڑی ندامت ہوئی۔ اُسے اپنے کئے پر بڑا پچھتاوا ہوا۔ اور بھگوان سے معافی کا خواستگار ہوا۔ اس نے بھگوان کو یقین دلایا۔ کہ اس قصور اور لاپرواہی کے عوض وہ اپنے سپاہیوں کو بڑی سخت سزا دیگا۔ اُس نے کہا کہ بطور حاکم کے میرا فرض ہے کہ انصاف کروں اور اپنے فرائض ٹھیک طور پر نبھاؤں۔ میں بے انصافی کو اس طرح برداشت نہیں کر سکتا۔ سپاہیوں کو لازم تھا کہ پہلے اس معاملہ میں اچھی طرح سے تحقیقات کرتے۔ بے گناہ راہروؤں سے اس طرح بدسلوکی کرنے سے بُرا کوئی جرم نہیں۔ اور پھر آپ جیسے مہاپرشوں سے ایسی بدسلوکی کرنا تو اور بھی بھاری گناہ ہے۔ اب میں قانون کے مطابق اُن لوگوں کے خلاف کارروائی کرونگا۔ میں اپنے فرض سے قاصر نہیں رہ سکتا۔ ایک حاکم وقت کو شایاں نہیں کہ اپنی فرض شناسی کے مقابلے پر اپنے ذاتی مفاد کو ترجیح دے۔

جب سپاہیوں نے حاکم کی یہ گفتگو سُنی تو وہ مارے خوف کے تھرا اُٹھے۔ بھگوان مہاویر نے دیکھا کہ سپاہی لوگ بڑے خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ تو انہوں نے فوراً حاکم کو کہا کہ ہماری وجہ سے کسی کو سزا نہ دیجائے اِن کا

کوئی قصور نہیں - یہ ہمارے اپنے کرموں کا پھل ہے - ان کو معاف کر دیا جائے بھگوان مہاویر نے خود بھی حاکم اور اُن کے سپاہیوں کو معاف کر دیا۔ اور پھر آگے عازم سفر ہوئے۔

اس طرح تکلیفیں اُٹھاتے مصیبتیں جھیلتے۔ دُکھ سہتے مصیبتیں برداشت کرتے جنگلوں اور بنوں میں چلتے پھرتے بھگوان مہاویر پرشٹ چمپا گاؤں میں آنکلے۔ موسم برسات شروع ہونے والا تھا وہاں کے لوگوں کی پرارتھنا کرنے پر بھگوان نے اپنا چوتھا چتر ماس وہاں ہی گذارنے کا فیصلہ کیا۔ اس دفعہ بھگوان نے پہلے سے بھی زیادہ کڑی تپسیا کرنے کا ارادہ کیا - اور اسطرح سے وچار بنا کر پورے چار مہینے کا برت رکھا بھگوان مہاویر نے اپنی زندگی سے اور اپنی مثال سے لوگوں کو دکھا دیا کہ دھرم جیون یا روحانی زندگی کیسے بسر کرتے ہیں اور اسی جسم میں کس طرح پورن آنند یا سرور مطلق حاصل کرتے ہیں۔ بعد ش بھگوان مہاویر گوشالہ کو ہمراہ لیکر آگے روانہ ہوئے ٭

دیکشا کا پانچواں سال

پرشٹ چمپا سے چل کر بھگوان مہاویر موضع کرت منگل یا کینگلا کی طرف گئے۔ وہاں کے زیادہ تر لوگ پاکھنڈی اور دھورت تھے۔ ایک خاص حصے میں "دردِ حقیر" جاتی کے لوگ رہتے تھے۔ اس محلے کے وسط میں انہوں نے اپنے دیوتا کا مندر بنایا ہوا تھا۔ بھگوان مہاویر نے اس مندر کے ایک کونہ میں آسن جما لیا - اور دھیان میں مگن ہو گئے۔ وہ وہاں اتنے شانت بھاو سے کھڑے رہے کہ دور سے اس مندر کا ایک ستون معلوم ہوتے تھے۔ سردی کڑاکے کی پڑ رہی تھی بڑی سرد ہوا چلتی تھی جس کے باعث بعض دفعہ جھیلوں اور تالابوں کا پانی بھی جم جاتا تھا۔ ان ایام میں ایک دن آدھی رات کے وقت دیوتا کے پوجک لوگ وہاں آ دھمکے وہاں کے

ساتھ کئی دوست اور رشتہ دار تھے۔ اپنے اشٹ دیو کو خوش کرنے کے لئے انہوں نے مدرا دیوی کی بڑی شردھا سے پوجا کی۔ شراب کی کئی بوتلیں خالی ہوئیں اور سب لوگ نشہ میں بدمست ہو گئے۔ اس کے فوراً بعد ایک اور منظر دیکھنے میں آیا۔ نر اور ناریوں نے اپنی خواہش کے مطابق ساتھی چن لئے۔ اور جوڑے بنا کر گانے اور ناچنے لگے سب کے سب نشہ میں چور تھے۔ ایسے مد اور اپنے دیوتا کی اس طریق سے انہوں نے تعظیم و تکریم کی۔ ان کی یہ کارروائی اتنی پلید و شرمناک تھی۔ کہ خود شرم بھی اسے دیکھ کر شرمندہ ہوتی تھی۔ بعض دفعہ وہ مخموری اور مدہوشی کی حالت میں زمین پر گر پڑتے تھے اور دوسرے بدمست لوگ نشے کی حالت میں ان کے اوپر سے گزر جاتے تھے۔ ان کی حالت واقعی قابل رحم تھی۔ انہیں دیکھ کر گوشالا کے دل میں حیرانی۔ نفرت خوف۔ ہمدردی ہنسی اور غصے کے ملے جلے بھاؤ اٹھتے تھے۔ جبکہ وہ ان لوگوں کی ان مضحکہ خیز بدمعاشیوں اور بدکرداریوں کو دیکھتا تھا۔ اس نے اپنے احساسات کو کچھ عرصہ تک تو دبانے کی کوشش کی۔ لیکن جب وہ نہ رہ سکا۔ تو قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ شرابیوں نے اس بات میں اپنی ہتک سمجھی۔ انہوں نے اسے خوب پیٹا۔ اور مندر کے باہر کھینچ کر ڈال دیا۔ گوشالک نے اسے اپنے پاپ کرموں کا پھل سمجھا اور وہ باہر سردی میں پڑا رہا وہ سردی سے ٹھٹھر رہا تھا۔ جب اس کے جسم کے اعضا جاڑے سے ناکارہ ہونے لگے۔ اور دانت بجنے لگے تو بعض شرابیوں کو اس پر ترس آ گیا۔ اور اسے پھر اندر لے آئے۔ بعض دفعہ گوشالک نے ان لوگوں کی کسی نہ کسی شکل میں ہتک کی۔ تین دفعہ ہی اسے مندر سے باہر نکالا گیا اور پھر اندر لایا گیا۔ اصلیت یہ تھی کہ وہ اپنی عادت سے مجبور تھا۔ ایک جاہل آدمی کو تو سمجھا کر راہ راست پر لانا آسان ہوتا ہے اور ذہین آدمی کو بھی سمجھا لینا۔ مگر ایسے آدمی کو جو تھوڑا اور بہت کچھ جانتا ہو۔ کھوٹ اور بچے کی ہستی اور ہمیں کی سمجھ۔ اس کو بھی سمجھا لینا

آسان ہے۔ لیکن ایسے آدمی کو سمجھانا بڑا مشکل ہے کہ جس کی عقلیت تو کم ہو لیکن سمجھے وہ اپنے آپ کو افلاطون۔ آگ تو پانی سے بجھائی جا سکتی ہے۔ دھوپ سے چھاتا لگا کر بچ سکتے ہیں۔ ایک طاقتور مست ہاتھی کو انکش سے قابو میں کر سکتے ہیں سخت سے سخت امراض کا علاج جڑی بوٹیوں سے ہو سکتا ہے۔ زہروں کا بھی علاج موجود ہے۔ لیکن ایسے انسان کو جس کو اپنی معمولی ودیا اور عقل پر بھی گھمنڈ ہے۔ راہ راست پر لانا ناممکن ہے۔

چنانچہ گوشالا نے کئی دفعہ پھر بڑی حماقت کی۔ اس پر بعض لوگ تو اُسے نہایت بے رحمی سے پیٹنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن ان کے بعض ساتھیوں نے انہیں سمجھا بجھا کر ایسا کرنے سے باز رکھا۔ اگر وہ نہ سمجھاتے تو نہ معلوم گوشالا کی اپنی نادانی اور حماقت کی وجہ سے کیا گت بنتی۔ سمجھانے والے لوگوں نے کہا کہ تم شخص کو پیٹنا چاہتے ہو۔ اگر یہ انسان ہوتا تو کوئی مار پیٹ کا اس پر کچھ اثر ہوتا۔ مگر یہ تو حیوان ہے۔ اور اس لئے اسکی حالت قابل رحم ہے۔ اس پر غصہ کر کے تو اپنی طبیعت خراب کرنا ہے۔ لہذا انہوں نے دھکا دیکر اُسے مندر کے ایک کونے میں ڈال دیا۔ اور پھر اپنی موج بہار میں مشغول ہو گئے سورج نکلنے سے پیشتر ہی وہ لوگ وہاں سے گھروں کو چلے گئے۔ گوشالا نے پھر اُن لوگوں کی بدسلوکی کی شکایت بھگوان مہاویر سے کی۔ لیکن انہوں نے اسے کہا۔ کہ برداشت اور معاف کرنا سیکھو۔

پھر اُس جگہ کو بھگوان نے چھوڑ دیا۔ اور ایک گاؤں ہریدر کی طرف وہار کیا۔ وہاں گاؤں کے باہر ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر دھیان میں مگن ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہاں ایک سوداگر آیا۔ جو شراوستی کو جا رہا تھا۔ رات پڑ گئی تھی۔ اور اندھیرے میں راستہ کا تلاش کرنا مشکل تھا۔ اسلئے وہ سوداگر بھی وہیں اُس درخت کے نیچے ٹھہر گیا۔ جہاں بھگوان دھیان میں مگن ہو رہے تھے۔ اس نے اپنے دل میں کہا۔ یہ بھی اچھا ہوا۔ یہ دو تو سادھو ساری رات جاگتے رہینگے

اور منفعت میں میرا جو کیدارا کر لینگے۔ مَیں مزے سے پاؤں پسار کر سوجاؤنگا۔ بڑی سردی کا موسم تھا۔ اور جنگل کا مقام تھا۔ وہ سوداگر تو جاڑے کے مارے کانپنے لگا۔ اس نے جسم کو گرم رکھنے کے لئے آگ جلائی۔ اور بڑی مشکل سے رات گذاری۔ جونہی دن نکلا وہ شراوستی کو روانہ ہو گیا۔ لیکن آگ بجھائے بغیر چلا گیا۔ وہاں پر پتّے اور گھاس دُور تک پڑے ہوئے تھے ان میں آگ پھیل کر بھگوان مہاویر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ لیکن وہ لو دستور سابق بُت بنے بشاش کھڑے تھے۔ بھگوان کو اپنے دھیان میں لگے ہوئے کچھ محسوس نہ ہوا۔ اور وہ اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلے۔ اسے دھیان ختم ہونے والا تھا۔ آگ بڑھتے بڑھتے بھگوان کے پاؤں تک جا پہنچی۔ گوشالک نے دیکھا کہ بھگوان کے پاؤں آگ سے جل رہے ہیں تو اس نے مہاراج کی توجہ اس طرف دلائی۔ مگر بھگوان نے جواب دیا۔ گوشالا! مجھے اس کا کیا رنج ہے۔ یہ میرے کرموں کا پھل ہے اور مجھے خوشی خوشی اسے بھوگنا چاہئیے۔ اگر میں اپنے کرموں کا یہ قرضہ اس وقت ادا نہ کروں۔ تو سود در سود ساتھ لگ کر یہ بہت زیادہ بڑھ جائیگا اس لئے بہتر ہے کہ ابھی جسم میں یہ سارا کھاتہ چکا دوں۔ گوشالک نے دیکھا کہ بجائے تکلیف محسوس کرنے کے بھگوان کے چہرے پر سنجیدگی غیر معمولی شانتی اور تیج کی لہر دکھائی دیتی تھی۔ اس نے بھگوان مہاویر کی قوت برداشت اور کرم کے اصول کی مدبا کمیا کرنے کی دل ہی دل میں تعریف کی اور اس نے فیصلہ کیا کہ مَیں بھی اپنی زندگی کو اسی سانچے میں ڈھالونگا جیسے بھگوان مہاویر نے ڈھالا ہے۔ اس کے فوراً بعد بھگوان مہاویر وہاں سے رخصت ہو گئے۔

گوشالا کا جُدا ہونا

بھگوان مہاویر وہار کرتے ہوئے ننگلا اور سیوراک کے دیہات میں سے ہو کر کلمبکا کی طرف جا رہے تھے۔ ننگلا کے باہر آپ واسدیو کے

مندر میں جاکر ٹھیرے۔ وہاں سے آبتا گاؤں گئے۔ اور بلدیو کے مندر میں دھیان کیا۔ آبتا سے چل کر بھگوان گوشالک کو ساتھ لئے ہوئے چوراۓ گاؤں سے ہوکر کامیا جا پہنچے۔ اُس گاؤں کے مالک میگھ اور کال ہستی تھے زمیندار ہوتے ہوئے بھی وہ اِرد گرد کے گاؤں میں ڈاکے ڈالتے تھے جس وقت بھگوان جا رہے تھے۔ تو کال ہستی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کسی جگہ ڈاکہ ڈالنے جا رہا تھا۔ اِن دونوں کو دیکھ کر اس نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ کال ہستی کو شک ہو گیا۔ اس لئے اُس نے اِن دونوں کو پٹوایا اور مشکیں کس کر میگھ کے پاس بھیج دیا۔ یہ میگھ بھگوان مہاویر کے پتا کا ملازم رہ چکا تھا۔ اور اس نے بھگوان کو دیکھا ہوا تھا۔ اس نے انہیں پہچان لیا اور فوراً مشکیں کھلوا دیں اور بار بار کئی طرح سے بھگوان سے معافی مانگی۔ وہ اس طرح کہنے لگا۔ بھگون! آپکو غلط فہمی میں گرفتار کیا گیا ہے اور بلا وجہ آپکو تکلیف دی گئی ہے۔ پھر میگھ نے اپنے آدمیوں کو بھگوان کی بابت سب حال بتایا۔ بھگوان نے حسب معمول فوراً معافی دے دی اور آگے کو روانہ ہو گئے۔

اگرچہ گوشالک نے یہ سب آفتیں بھگوان کے کہنے پر برداشت کیں لیکن خوشی سے نہیں۔ وہ تو اُن سے تنگ آگیا تھا۔ اور اب مزید مصائب سے بچنے کی راہ سوچنے لگا۔ وہ کوئی تدبیر سوچ رہا تھا اور آخر سوجھ ہی گئی۔ لیکن وہ کیا تدبیر تھی؟ کیا اس نے بھگوان مہاویر سے پہلے ہی گیان حاصل کر لیا تھا۔ ہرگز نہیں کیول گیان اور موکش تو ایک انمول چیزیں ہیں۔ اتنی بہو مولیہ ہیں کہ عام دنیادی لوگ تو اِن کی قیمت بھی ادا نہیں کر سکتے۔ اس سنسار کے پاتریوں کو موکش کا ملنا سہل کام نہیں۔ بعض دفعہ ضروری ہوتا ہے کہ اُسے پانے کے لئے کئی زندگیاں لگانی پڑتی ہیں۔ تب پھر بھلا گوشالک نے کیا تدبیر نکالی؟ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ انسان جس بات کی خواہش کرتا ہے۔ وہ اسے مل ہی

جاتی ہے۔ بس گوشالا جو چاہتا تھا۔ اُسے مل گیا۔ وہ اِس دُنیا کی تکلیفوں اور مُصیبتوں کو برداشت کر کے ختم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ وہ ان سے کنی کترا کر دُور رہنا چاہتا تھا۔ اُس کی دلی مراد بر آئی۔ ایک دن جبکہ وہ بھگوان کی ہمراہی میں جا رہا تھا۔ ایک مقام پر دو راستے پھٹتے تھے۔ وہ وہاں یکایک کھڑا ہو گیا۔ اور بھگوان سے کہنے لگا "سنئیے مہاراج! میرا تو ناک میں دم آگیا ہے میں اب اور مصیبتیں نہیں جھیل سکتا۔ میرا تو دل یہی چاہتا تھا۔ کہ ساری عمر آپ کے ساتھ رہوں۔ لیکن دیکھئیے میری کیا گت بنی ہے۔ گالیاں میں نے کھائیں۔ بے حرمتی میری ہوئی۔ لات گھونسہ مجھے پڑے۔ اب تو میں یہ سارے دُکھ سہتا سہتا بالکل تنگ آگیا ہوں۔ اور اب مزید تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں نے تو آپ سے رخصت ہو کر اپنی قسمت آزمائی کسی دُوسری طرح کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔" ایسا کہہ کر اس نے بھگوان کو پرنام کیا۔ اور اُن سے جُدا ہو گیا۔

اُن تکالیف کا اندازہ لگانا مشکل ہے کہ جو گوشالک نے بھگوان سے جُدا ہو کر اُٹھائیں۔ جس شخص نے بھگوان مہاویر کے سایۂ عافیت اور حفاظت و پناہ میں رہ کر بھی اتنی مصائب برداشت کیں وہ اب دیگر دنیاوی جیووں کی پناہ میں سُکھ کی اُمید میں جاتا ہے۔ حالانکہ بھگوان اس کو منترا تر شانتی سہن شیلتا کشما اور اہنسا کا اُپدیش دیتے تھے۔ وہ کیا جاہل اور بدقسمت اِنسان تھا۔ جو قانونِ قدرت سے بے خبر تھا۔ اور اس لئے اس دُنیا کی ان پیچیدار اور تنگ و تاریک راہوں میں بھگوان سے جُدا ہو کر کتنی آفتوں کا سامنا کیا ہوگا

بھگوان مہاویر کا عقیدہ

گوشالا تو میدان سے دوڑ گیا۔ اُس نے خیال کیا کہ کہیں دُوسری جگہ جا کر وہ کرموں کے پھل سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ بلاشبہ یہ اُس کی سہل انگاری

کی کسوٹی نکل کر زیادہ خالص بن جاتا ہے۔ اسی طرح یہ آتما اس دنیا میں جتنے زیادہ دُکھوں کی بھٹی میں سے نکلتی ہے اُتنی ہی زیادہ طاقتور روشن اور پاکیزہ بن جاتی ہے۔ یہ خیال کرنا مشکل ہے کہ بھگوان مہاویر نے اپنے مقصد کے حصول کے لئے کس قدر تکالیف اور دُکھ برداشت کئے۔ لیکن باوجود ان تمام آزمائشوں کے۔ باوصف ان تمام امتحانوں اور کسوٹیوں پر پرکھے جانے کے کسی ایک موقعہ پر ایک منٹ کے لئے بھی نہ دھرم، صداقت، دھیرتا اور ویرتا کی راہ سے ایک ذرہ بھر اِدھر اُدھر نہیں ہوئے۔ اپنی شہزادگی کی حالت میں بھی وہ سیدھا سادہ اور قانع رہتے تھے، اور اب جبکہ وہ لامحدود سلطنت کے واحد مالک تھے اُن کو اپنی مقصد براری میں کوئی دقت پیش نہ آسکتی تھی بھگوان مہاویر کی اپنی بدھی ہی جو کہ ستیہ اور استیہ میں تمیز کرنے کے قابل تھی اُن کی بڑی مشیر اور وزیر تھی۔ اُن کی اولوالعزمی اور راسخ الاعتقادی اُن کی زبردست فوج تھی جس سے وہ تمام لوگوں کو جیتنا چاہتے تھے۔ اُن کا پُرسکون اور شک وشبہ سے پاک من ایک کھلا خزانہ تھا اور اُن کا روحانی پریم بھاو جو کہ ہر جگہ یکساں تناسب سے پھیلا ہوا تھا۔ اُن کی پاکیزہ سلطنت تھی۔ اُن کی ایک جہان آتما تھی۔ اور خود ضبطی اور نفس کشی کی تلواروں سے انہوں نے اپنی خواہشات کا سر قلم کر دیا تھا۔ اس لئے وہ شہنشاہوں کے شہنشاہ اور راجاؤں کے مہاراجہ ادھیراج تھے۔

یہ تو ایک مسلمہ امر ہے کہ رعایا اپنے بادشاہ سے خوف کھاتی ہے اور اسی طرح راجہ اپنے دُشمنوں سے خائف رہتا ہے۔ لیکن بھگوان مہاویر کی خود ضبطی اور ویراگ کی ایک واحد حکومت تھی جس میں سب سے یکسانیت کا سلوک ہوتا تھا۔ اور سب بلا خوف و خطر رہتے تھے۔ بھگوان مہاویر کے لئے نہ تو کوئی برگزیدہ تھے نہ ہی مخالف۔ دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک درخت اپنے کاٹنے والے کو بھی اسی طرح پھل پھول اور سایہ دیتا ہے جیسا اپنے پانی دینے والے اور

اور تھا غلط فہمی یا خوش فہمی تھی۔ لیکن برعکس اس کے بھگوان مہاویر تو مرد میدان تھے۔ وہ اپنے مارگ سے ایک قدم بھی اِدھر اُدھر نہ ہٹ سکتے تھے۔ اُن کا تو مقصد حیات ہی یہ تھا کہ اُس وقت کے لوگوں کو اور آنے والی نسلوں کو روحانی زندگی کی پیچیدہ گتھیاں سلجھا کر دکھا دیں۔ اس کے معمے حل کر کے دکھا دیئے۔ اس کے راز آشکارا کر دیئے۔ اُس کی فضیلت اور بزرگی کو ثابت کر دیں۔ اس کی بلندی اور خوبی کو واضح کر دیں۔ بھگوان مہاویر نے ثابت کر دیا کہ وہ خالص کندن ہیں۔ اُن کو کرم بھوگ کی کسوٹی پر سینکڑوں بار پرکھا گیا۔ لیکن وہ ہر موقعہ پر پورے اُترے۔ وہ پرانی ماتر سے پریم کرتے تھے۔ اور کسی ایک بھی جیو کے لئے اُن کے دل میں دویش کی رال بھی نہ تھی۔ نفرت۔ بغض یا کینہ کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کے کرموں کا کھاتہ چکتا ہو جائے۔ پوری طرح بے باق ہو جائے اور اسی زندگی میں صاف ہو جائے پھر اس قرض کو خود بخود اپنی ہمت سے پاک کرنا چاہتے تھے۔ کسی کی مدد یا سہارے کے خواہاں نہ تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ جیسے جسمانی امراض کے دفعیہ کے لئے کڑوی دوائیوں کا استعمال لازمی ہے اسی طرح سے موکش دھام تک رسائی کرنے کے لئے جسمانی دُکھوں کا برداشت کرنا لازمی ہے۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ بھگوان مہاویر کو رُوحانی اوج حاصل کرنے کے لئے بے شمار مصائب اور بلاؤں کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ ہمارا مشاہدہ بتاتا ہے کہ معمولی سکول کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اُستاد کی مار سہنی پڑتی ہے۔ تو روحانی تعلیم میں جو کہ ایک لامحدود اور لا وسعت شئے ہے۔ کمال حاصل کرنے کے لئے دُکھوں کی بھٹی میں گذرنا لازمی ہے۔ یہ پہلے عرض ہو چکا ہے کہ جتنی کوئی شئے زیادہ مفید اور زیادہ قدر و منزلت کی ہو گی اتنی ہی اس کی زیادہ قیمت ہو گی۔ یہ بھی ایک کھلا راز ہے کہ سونا جتنا زیادہ آگ میں پڑے اتنا زیادہ چمکدار ہوتا ہے اور اتنا ہی زیادہ اس

سینچنے والے مالی کو۔ اسی طرح بھگوان مہاویر بھی اپنے مخالفین سے بھی ویسے ہی پریم کا سلوک روا رکھتے تھے۔ جیسے اپنے خیرخواہوں اور بھگتوں سے۔ اپنی بے مثال تپسیا اور تیاگ کے جیون سے اُنہوں نے قدم قدم پر دُنیا والوں کو یہ بات پرگٹ کر دی تھی کہ کڑی سے کڑی تپسیا اور خود ضبطی کی شکل میں جسم کو سخت سے سخت آزمائشوں میں ڈالنا چاہیئے۔ لیکن دُنیا کے نادان لوگ اس کے برعکس شب و روز اس جسم کی آرائش دکھاوٹ اور پرستش میں لگے رہتے ہیں جس کسی کو کھانڈ درکار ہوتی ہے وہ گنے کی پرستش نہیں کرتا۔ بلکہ اسے پورے زور سے نچوڑتا ہے۔ پھر رس کو آگ پر چڑھاتا ہے۔ تب جا کر اس سے کھانڈ حاصل کرتا ہے اسی طرح جسم ایک گنے کی مانند ہے۔ اس میں سے جس کسی کو روحانی شیرینی کی ضرورت ہے۔ اُسے لازم ہے کہ اسے نچوڑ لے اور تپسیا اور تیاگ کی بھٹی پر چڑھائے۔ بھگوان مہاویر کا فرمان تھا کہ دُنیا میں کسی خاص ایک قسم کی ہر دلعزیز دولت نہیں ہے۔ جو چیز جس کو پیاری ہوتی ہے وہی اس کے لئے دولت کہلاتی ہے۔ اس دُنیا کے جاہل خود غرض اور حریص لوگ غلط فہمی میں پھنس کر دُنیا کی ایک خاص چیز کو ہی یعنی زر و مال کو ہی دولت سمجھتے ہیں۔ لیکن مہاپرش جو کہ خود غرضی سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اور اُن کا مقصد ہی دوسروں کی بھلائی کرنا ہوتا ہے۔ وہ تیاگ، دان اور ویراگ کو سب سے اعلیٰ اور بے بہا خزانہ سمجھتے ہیں۔ بھگوان مہاویر کی روزانہ زندگی سے پتہ لگتا تھا کہ وہ اپنی اندریوں پر قابو پانے کو موکش کی پہلی اور ضروری سیڑھی سمجھتے تھے۔ اور تپسیا کو خود ضبطی کا پہلا زینہ تصوّر کرتے تھے۔ سوال ہو سکتا ہے کہ موکش یا دائمی سکھ حاصل کرنے کے لئے انسان اس دُنیا کے عیش و آرام کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ کیونکہ آئندہ کے سکھ تو موہوم ہیں اور یہاں کے سکھ ایک حقیقت ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے یہ سوچنا ہے کہ اس دُنیا میں سکھ زیادہ ہیں یا دُکھ۔ یہ ظاہر ہے کہ اس دُنیا میں دُکھ

زیادہ ہیں۔ ان تمام دکھوں سے چھٹکارہ موکش حاصل کرنے ہی مل سکتا ہے اور موکش یہاں کے سکھوں کو چھوڑے بغیر نہیں مل سکتی۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہیں دنیا میں بھی سکھ دہرم اور ریاستی کی راہ پر چلے بغیر نہیں مل سکتا۔ اور اگر کوئی انسان اپنے سابقہ جنموں کے نیک کرموں کے باعث سکھ پاتا بھی ہے تو وہ دھرم کو چھوڑ کر ان سے دیر تک حظ نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ وہی سکھ رنج وغم میں بدل کر ایک بوجھ بن جاتے ہیں۔ اسلئے انسان کو لازم ہے کہ پوری تندہی اور طاقت سے موکش کی راہ پر چلنے کی کوشش کرے۔

بھگوان مہاویر کا پانچواں چوماسہ

گوشالک کے جدا ہونے کے بعد بھگوان مہاویر نے اپنا وہار حسب معمول شروع کیا۔ اُن کے چہرے پر نہ کوئی خاص خوشی تھی کہ اچھا ہوا ہوا کہ گوشالک جو روز جھگڑے کھڑا کرتا تھا چلا گیا۔ نہ ہی رنج تھا کہ گوشالک کے جانے سے اب میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ سفر کا کوئی ساتھی نہیں ہے۔ چنانچہ بھگوان بھدل نگری میں پہنچے جہاں اُنھوں نے چوماسہ گذارنے کا ارادہ کیا۔ یہ پانچواں چوماسہ تھا۔ اس دفعہ بھی بھگوان مہاویر نے چار ماس کا لگاتار برت رکھا اور اس کے انجام پر پھر عازم سفر ہوئے۔ جب وہ وہار کرتے تھے تو انہیں ان باتوں کا مطلق خیال نہ ہوتا تھا کہ دھوپ ہے یا سایہ۔ چھوٹا راستہ ہے یا لمبا۔ صاف راستہ ہے یا خراب۔ لوگ اُن کو اچھا کہتے ہیں یا بُرا۔ وہ اِن تمام باتوں سے بالکل بےنیاز ہو کر چلتے تھے۔ اُن کی روانگی کے وقت لوگ اُن کو پرنام کرتے تھے۔

وہاں سے بھگوان چل کر شالی شیرش گاؤں میں آئے۔ پھر یہ دیکھ کر کہ ابھی بہت سے کرموں کا خاتمہ کرنا ہے۔ بھگوان ایسے مقامات پر گئے۔ جہاں بد لوگ رہتے تھے۔ وہ پہلے لاڑھ بھومی کی طرف گئے۔ وہاں پرانی قوموں کی ابتدا

طعنہ زنی ، مار پیٹ شانتی سے برداشت کرتے ہوئے واپس لوٹ رہے تھے ۔ کہ صد پو لورن کلسش نامی ایک انار یہ گاؤں تھا ۔ اس گاؤں سے نکل کر دوسرے گاؤں کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں دو چور ملے ۔ بھگوان کی کیفیت انہوں نے بد شگونی سمجھی ۔ اور اس اثر بد کو زائل کرنے کیلئے انہوں نے بھگوان پر حملہ کیا ۔ وہاں سے پھر بھگوان بھدل نگری میں گئے تھے ۔

جین شاستر میں لکھا ہے کہ جب بھگوان شالی شیرش گاؤں میں پہنچے تو وہاں ایک باغیچہ تھا جس میں ایک دیوی ونیتری کا واس تھا ۔ یہ ونیتری بھگوان کے ایک پچھلے جنم میں جب وہ واسو دیو تری پرشٹ کے جاتے ہیں تھے ان کی دھرم پتنی تھی ۔ اور اس کا نام وجے وتی تھا ۔ تری پرشٹ نے اس کو بہت اذیتیں دی تھیں ۔ اب اسے بدلہ لینے کا موقعہ مل گیا ۔ موسم سردی کا تھا ۔ ونیتری نے برف جیسی سخت ٹھنڈی ہوا سے بہتری تکلیف دی ۔ وہ شانتی سے اڈول دھیان میں کھڑے رہے ۔ وہ اس طرف آئے ہی اس تکلیف کو برداشت کرتے تھے ۔ تاکہ کرموں کا جلد خاتمہ ہو ۔ چنانچہ ونیتری شرمندہ ہو گئی اور اپنے اصلی روپ میں بھگوان کے پاؤں پر آ کر گری ۔ بھگوان نے اسے معاف کر دیا ۔

بھگوان مہاویر کا چھٹا چوماسہ

جس وقت ونیتری بھگوان مہاویر سے معافی مانگ کر چلی گئی تو بھگوان شالی شیرش سے روانہ ہو کر بھدر کا پوری میں آئے ۔ وہاں آپ موسم برسات کے آغاز میں پہنچے یہ چھٹا چوماسہ تھا ۔ گوشالک کو جو بھگوان کو چھوڑ کر چلا گیا ۔ گھر جا کر اس سے بھی زیادہ مصیبتیں اور آفتیں درپیش آئیں ۔ اس لئے وہ بہت تنگ آ کر بھگوان کو پھر تلاش کرتا ہوا بھدر کا پوری میں ان کے پاس آ پہنچا ۔ جو آدمی روزانہ لذیذ اور اعلیٰ کھانا کھاتے ہیں ، انہیں اس کی لذت اور

قدر کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ اُسے اِس کھانے کے لُطف کی تبھی آگاہی ہوتی ہے جب اُسے وہ کھانا نہ ملے۔ اور باسی سُوکھے ٹکڑے چبانے پڑیں یہی مثال گوشالک پر صادق آتی ہے۔ کچھ عرصہ پیشتر جب وہ بھگوان مہاویر کے ہمراہ تھا وہ اپنے مند کرموں کے باعث بھگوان کی آتمک شکتیوں کو جانچ نہ سکتا تھا لیکن بھگوان کو چھوڑنے کے بعد جب اُس نے در در کے دھکّے کھائے اور ان گنت دُکھ اٹھائے تو اِس نے محسوس کیا کہ اگر مجھے اپنی آتمک اُنتی کرنی ہے۔ تو وہ صرف بھگوان مہاویر کی خدمت میں رہنے سے ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے وہ پھر بھگوان مہاویر کی خدمت میں رہنے سے ہی ہو سکتی ہے۔ اسلئے وہ پھر بھگوان کی شرن میں آیا۔ اور اپنی نادانی اور قصور کے لئے معافی کا طلبگار ہُوا۔ دیا سروپ بھگوان نے اس پر ترس کھایا۔ اور اُس کے سارے قصور معاف کر دیئے۔ گوشالا کو اب اس بات کا یقین ہو گیا۔ کہ جب تک کوئی انسان اِس دُنیا میں رہتا ہے وہ دُکھوں کی زد سے بچ نہیں سکتا ؎

ڈھونڈتے ہیں لوگ اس دُنیا میں اطمینان دل
کچھ بھی لیکن داغ حسرت کے سوا ملتا نہیں (اکبر)

اگر اِس دُنیا میں رہتے ہوئے سُکھ اور آنند حاصل ہو جائے تو اِس دُنیا کا خاکہ ہی بدل جائے۔ سچی خُوشی اور حقیقی سُکھ کا اصلی منبع یا تو مہاتماؤں کا سنگ ہے۔ یا لگاتار دھیان میں مگن رہنا۔ لیکن دھیان میں لگنا مہاتماؤں کی کرپا سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ جبتک وہ راہ نہ دکھائیں اور جبتک ان کی آشیرباد نہ ہو تب تک دھیان میں من کا ٹھہراؤ نہیں ہو سکتا۔ یہ سچے فقیر ہی اس بُوٹی کا استعمال بتا سکتے ہیں ؎

تمنا گر خوشی کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینے میں

جب کوئی خوش قسمت انسان مہاتما پُرشوں کا سنگ پالیتا ہے